شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ

رحیمیہ

لاہور

زیرِ سرپرستی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ مسند نشین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مجلس ادارت

صدر مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

مدیر اعلیٰ: مفتی عبد الخالق آزاد

مدیر: محمد عباس شاد

2010ء / صفر، ربیع الاول ۱۴۳۱ھ رجسٹرڈ نمبر 123-R جلد نمبر 2 ، شمارہ نمبر 3 ☆ قیمت فی شمارہ: مبلغ 10 روپے ☆ سالانہ ممبر شپ : مبلغ 150 روپے

ترتیب عنوانات

درسِ قرآن............حضرت مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقیؒ 2

درسِ حدیث..................ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن 2

اداریہ..........................مدیر اعلیٰ 3

طاقت کے زیر تسلط پڑی دنیا کا المیہ........محمد عباس شاد 3

خطبہ جمعۃ المبارک....................مفتی عبد الخالق آزاد 4

سیرتِ طیبہ اور عصر حاضر.....حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ 6

رفتارِ کار......................رپورٹ: سعد احمد خان 8

دینی مسائل......................مفتی عبد الغنی قاسمی 8

خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے دوسرے مسند نشین

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پور قدس سرہ

نے ارشاد فرمایا

''مسلمان بھی اگر فساد اور غلو کے مرض میں مبتلا ہوں تو بنی اسرائیل کی طرح ان کے لیے بھی ''عباداً لنا'' (ہمارے بندے) بخت نصر کی طرح ظہور پکڑتے ہیں، جو ''اُولی باس شدید'' (سخت جابر اور تشدد پسند) ہوتے ہیں، باقی شخصی سلطنتیں اور عام ظلم و فساد کا انسداد کرنے کے لیے صحیح غلط لوگ بھی پیدا کر دیے جاتے ہیں، اور بعض اوقات دنیا میں کوئی زبردست سلسلہ قائم کرنا منظور ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے مناسب ماحول پیدا کرنے اور پہلے جمع ہوئے ظلم و فساد سے آلودہ سلسلے کو اُکھاڑ پچھاڑ کرنے کے لیے مناسب تحریکوں کے اسباب مہیا فرما دیتے ہیں۔ کیا عجب ہے کہ بالشوزم ایسی ہی قبیل سے ہو۔

باقی یہ میرا عقیدہ ہے کہ زمانہ خواہ آسمان کے تارے توڑ لائے، مگر اُصولی طور پر ایسے لوگ ایسی نیک اور امن کی حکومتیں قائم نہیں کر سکتے جو صحابہ کرامؓ کے دورِ اول سے فائق ہوں، البتہ جزئیات اور طریق حکومت کی لازمی ضروری تبدیلیاں الگ بات ہیں۔ خلافت راشدہ کے ختم ہونے کے بعد مسلمانوں نے یکے بعد دیگرے اپنی خوبیوں کو کھویا ہے اور اب تو اتنا کچھ کھو گیا کہ اس کی تلافی خدا ہی کے بس کی بات ہے۔''

(مجلس: ۲۸ محرم الحرام، ۱۳۶۶ھ، مطابق 23 دسمبر 1946ء، بمقام: ڈھڈیاں، سرگودھا)

(ارشادات از حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ، ص 153، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، 25 لوئر مال، لاہور)

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی (بورے والا)

حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)

حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)

حضرت مولانا محمد مختار حسن (نوشہرہ)

حضرت مولانا پروفیسر حسین احمد علوی (چشتیاں)

حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خاں)

محترم محمد اسلوب قریشی (لاہور)

محترم سید مطلوب علی زیدی (لاہور)

حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)

محترم سید اصغر علی شاہ بخاری (پیر جو گوٹھ)

محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)

محترم سید سیف الاسلام خالد (راولپنڈی)

محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)

محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)

حضرت مولانا قاری تاج افسر (اسلام آباد)

حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)

حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)

حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکار پور)

سالانہ ممبر شپ کی رقم ''ناظم دفتر'' کے نام ارسال کریں، اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھ کر بھیجیں۔

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو سپردِ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔

شعبہ مطبوعات **ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور**

برائے رابطہ : رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور

فون: 0092-42-36307714/36369089

Web:www.rahimia.org

☆ **رحیمیہ** کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

کامیاب اور ناکام لوگ

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

> فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۙ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۙ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی ؕ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ۙ وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ۙ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی ؕ وَمَا یُغْنِیْ عَنْہُ مَالُہٗۤ اِذَا تَرَدّٰی ؕ (القرآن:۹۲)

ترجمہ: ’’جس نے خدا کے راستے میں مال دیا، اور پرہیزگاری کی اور نیک بات کو سچ جانا، اس کو ہم آسان طریقے کی توفیق دیں گے۔ اور جس نے بخل کیا، اور بے پروا بنا رہا، اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا، اسے بدبختی میں پہنچائیں گے، اور جب وہ دوزخ کے گڑھے میں گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا‘‘۔

اللہ نے انسانوں کو دو قوتیں نوازش کی ہیں۔ ان ہی کی تکمیل پر اس کی فوز و کامرانی کا دارومدار ہے، (۱) قوت عملیہ (۲) قوت نظریہ، پہلی قوت کی اصلاح و تہذیب کے لیے فرمایا کہ جس شخص نے خدا کی رضامندی حاصل کرنے اور افراد ملت کی نصرت و اعانت میں اپنی دولت صرف کر دی، اور ہمیشہ اعمال صالحہ کرتا رہا، اپنے پروردگار کی نافرمانی نہ کی، اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی قوت نظریہ کو بھی فراموش نہ کیا، بلکہ ہر نیکی کی تصدیق کی، انبیاء و رُسل کی تعلیمات کی تکذیب نہ کی، اور عقائد حسنہ کا پابند رہا تو ہم اُس کے لیے ہر نیکی میں آسانی پیدا کر دیں گے، آیات نمبر 5 تا 7 میں ایسے کامیاب لوگوں کا تذکرہ ہے، جو اپنے اخلاق کی بدولت دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔

اور آیات 8 تا 11 میں اس شخص کے خصائص و امتیازات بیان کیے گئے ہیں، جو عقائد و اعمال کے اعتبار سے پہلے کا بالکل مخالف ہے، وہ سخی تھا تو یہ بخیل، وہ متقی تھا اور یہ اپنے آپ کو تعلیمات الٰہیہ سے بالکل بے نیاز خیال کرتا اور ہر بُرے کام کا ارتکاب کرتا ہے، وہ ہر نیکی کی تصدیق کرتا تھا، اور یہ اُس کا شدید ترین مخالف ہے، اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ یہ اور زیادہ بدکرداری میں منہمک ہوگا، اور وہ راہ اس کے لیے آسان ہو جائے گی، مگر یہ یاد رکھے کہ جس مال و دولت کے غرور باطل میں وہ فسق و فجور کی زندگی بسر کر رہا ہے، وہ اس کے لیے بے کار ہے، اور دوزخ میں گرتے وقت وہ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے گا۔ تردّی باب تفعل کے وزن پر ہے، تردّی من الجبل سے لیا گیا ہے، جس کے معنی پہاڑ پر سے نیچے گرنے کے ہیں، اسی سے قرآن میں والمتردیة (بلندی سے گر کر ہلاک ہونے والا جانور) کا ذکر ہے۔

علم النفس کے طلباء اس حقیقت سے خوب واقف ہیں کہ جب ایک شخص کوئی کام کرتا ہے تو اس کا اثر اس کے تمام اعضاء و جوارح محسوس کرتے ہیں، اگرچہ اس کو پہلے روز اس کے کرنے میں دقت محسوس ہوئی تھی، مگر دوسرے روز اس کو وہی کام نسبتاً آسان معلوم ہوگا، وھلم جراً (اسی طرح سلسلہ آگے بڑھتا رہتا ہے) اسی کو قرآنی آیات نے بیان کیا ہے، اور اس کی تائید میں بکثرت احادیث پیش کی جا سکتی ہیں۔ بخاری نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ ایک روز رسول اللہؐ کے ساتھ ایک جنازے کو دفن کرنے کی غرض سے بقیع غرقد میں موجود تھے، آپ نے صحابہ سے فرمایا: **ما منکم من احد الا وقد کتب مقعدہ من الجنة و مقعدہ من النار، فقالوا یارسول اللہ! افلانتکل، فقال اعملوا فکل میسر لما خلق لہ، ثم قرأ: فاما من اعطیٰ واتقی و صدق بالحسنی فسنیسرہ للیسریٰ الی قولہ للعسری،** ’’تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کے متعلق جنت اور دوزخ کا فیصلہ نہ کر دیا گیا ہو، صحابہ نے عرض کیا تو پھر ہم اسی پر اعتماد کر کے عمل کیوں نہ ترک کر دیں، آپ نے فرمایا: نہیں! عمل کیے جاؤ! اس لیے کہ اس کو اسی کام میں آسانی پیدا کر دی جائے گی، جس کے لیے اُس کی تخلیق عمل میں آئی، اور اس کی تصدیق میں آپ نے ان آیات کی تلاوت کی جو زیب عنوان ہیں۔‘‘

اور اسی طرح دیکھا بھی جاتا ہے، نیک لوگوں کو بُرے اعمال کا اِرتکاب مصیبت گزرتا ہے، اور نیک کام خوش دلی سے کرتے ہیں، اور بُرے لوگ بالکل اس کے برعکس ہیں۔

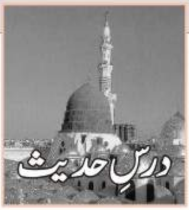

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

تشریح: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن صاحب

> عن انس رضی اللہ عنہ، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین. (رواہ البخاری)

ترجمہ: ’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (پورا) مؤمن نہیں ہوگا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو جاؤں۔‘‘

محبت کا لغوی معنی امام راغب کے بقول کسی چیز کو اپنے حق میں بہتر جان کر حاصل کرنے کا ارادہ کرنا ہے، محبت کی کئی اقسام ہیں:

(۱) محبتِ طبعی: یعنی محبت کا منشا انسانی طبیعت ہو، یہ محبت غیر اختیاری ہوتی ہے، جیسے والدین کی اولاد سے محبت۔

(۲) محبتِ احسانی: کہ جس سے محبت کا منشا محسن کا احسان ہونا ہے۔

(۳) محبتِ جمالی: یعنی محبت کا منشا حسن و جمال ہو، خواہ سیرت کا حسن ہو یا صورت کا یا آواز کا۔

(۴) محبتِ کمالی: کہ محبت کا منشا کمالات ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے صاحبِ کمال محبوب بن جاتا ہے۔

(۵) محبتِ عقلی: جس میں محبت کا منشا عقلی ہوتا ہے، جیسے مریض کے لیے آپریشن کا عمل، گو طبعاً ناگوار ہے، لیکن سببِ شفا ہونے کی وجہ سے عقل اسے پسند کرتی ہے۔

دائرۂ اسلام میں آنے کے لیے بنیادی طور پر مقصودِ ایمانی، عقلی محبت ہے، کہ ہر مسلمان یہ جان کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے کہ چونکہ اس پر اللہ تعالیٰ کی محبت لازم ہے اور اس کی محبت کے لیے ضروری ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کی اتباع کی جائے، ساتھ ہی محبت احسانی کا تقاضا ہے کہ آپ کے انسانیت پر احسانات کو متحضر رکھا جائے کہ آپ ہی کی وجہ سے معاشرہ دینِ فطرت اور فلاحِ ابدی کی منزل سے روشناس ہوا۔

نیز محبتِ کمالی کا منشا یہ ہے کہ آپؐ کے کمالات کو بھی پیش نظر رکھا جائے، بلکہ ہر مسلمان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اس حد تک ترقی دینی چاہیے کہ اس پر والدین اور اولاد سمیت تمام طبعی محبتیں قربان ہو جائیں، اس درجے کی محبت ہی کی ترغیب اِس حدیث میں دی گئی ہے، اور جب تک محبت کا یہ مقام نہ ہو تو وہ ناقص ہے۔ اعلیٰ اور کامل محبت کا اندازہ تاریخ میں لکھے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بے شمار واقعات سے لگایا جا سکتا ہے، مثلاً اس صحابیہ خاتون کا واقعہ جس کا بیٹا، باپ اور شوہر راہِ حق میں شہید ہو گئے، لیکن وہ اس کے باوجود آپ کی خیریت جاننے کے لیے بے تاب تھی اور آپ کی خیریت معلوم کر کے ہی اس کا اضطراب دور ہوا، اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر آپؐ کے وضو کے پانی کے حصول کے لیے صحابہؓ کی بے تابی اور چاہت کو دیکھ کر مشرکین مکہ بھی اس بات کے قائل ہو گئے کہ حضورؐ کی جماعت کو آپ سے کس قدر محبت اور عشق ہے۔

علاوہ ازیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت آپ کے اوصافِ ہدایت کے علاوہ آپ کی ذاتِ اقدس کی وجہ سے بھی ہونی چاہیے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف بشری کمالات کے جامع ہیں بلکہ آپ کا ہر کمال اپنے آخری درجے تک پہنچا ہوا ہے، آپ کی سیرت مبارکہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح سامنے آ جاتی کہ جو کمالات گزشتہ انبیا کرام علیہم السلام کو علاحدہ علاحدہ دیے گئے، وہ تمام کے تمام اکٹھے اور ساتھ ہی اپنے انتہائی اور فائق مقام کے ساتھ آپ کو عطا کیے گئے اور آپ کو جو مخصوص کمالات عطا کیے گئے ہیں وہ الگ سے ہیں۔

www.rahima.org

اداریہ

آئینی تسلسل اور جمہوریت کے تحفظ کے دعوے

گزشتہ چند سالوں سے ملک کے چند ایک ادارے، کچھ جماعتیں اور بعض گروہ عدل وانصاف کے نام پر آئینی تسلسل اور جمہوریت کے علَم بَردار بنے ہوئے ہیں۔ اور بظاہر آمریت اور عسکری قوتوں کے خلاف مزاحمت اور بزعمِ خویش آزادی وحریت کے ڈنکے بجانے میں مصروف ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ وہ تمام طبقات، ادارے اور جماعتیں ہیں۔ جو پچھلے پچاس ساٹھ سال سے آمریت کے تحفظ، آئینی اقدار کو پامال کرنے اور قومی وملی تقاضوں کے علی الرغم کام کرنے میں مصروف رہے ہیں۔ ان لوگوں کا گزشتہ کردار اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ انھیں کبھی قومی جمہوری بنیادوں پر آئین وقانون کی تشکیل، اس کے تسلسل اور جمہوری اداروں کے قیام سے دلچسپی نہیں رہی، بلکہ وہ آمرانہ حکومتوں کا ساتھ دیتے رہے ہیں۔ اور غیر ملکی سامراجی طاقتوں کے آلۂ کار کے طور پر کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ خاص طور پر مذہب کے نام پر قائم کچھ اسلام پسند جماعتوں کے رہنماؤں کا کردار یہ رہا ہے کہ انھوں نے ہمیشہ سرمایہ دارانہ، جاگیردارانہ نظام کی حمایت کی ہے۔ اور نوآبادیاتی دور کی اجتماعی بداَخلاقیوں اور فرسودہ روایات واقدار کو اپنے سینے سے لگایا ہے۔

بلاشبہ کسی قوم کی ترقی کے لیے آئینی اور قومی جمہوری روایات کا تسلسل بڑی بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ آئینی فریم ورک تشکیل دیتے وقت سماجی زندگی کی مثبت اقدار، آزادیٔ وحریت، عدل، امن، معاشی خوش حالی اور بلاتفریق رنگ ونسل ومذہب، تمام افراد کے انسانی حقوق کے تحفظ کو پیشِ نظر رکھا جائے۔ اور ان تمام فرسودہ خیالات وتصورات کو رد کیا جائے جو غلامی، ظلم و زیادتی، بدامنی، دہشت گردی، معاشی بے اطمینانی اور فرقہ وارانہ سوچ کے حامل ہوں۔ جب کہ آج ہمارے ہاں آئینی تسلسل اور جمہوریت کے تحفظ کے دعوے دار وہ لوگ ہیں، جو نوآبادیاتی دور کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے جرم کے حامل ہیں۔ اور غلامی کے دور کی فرسودہ روایات واقدار پر مبنی آئینی فریم ورک کی تشکیل کے ذمہ دار ہیں۔ نیز ان ہی طبقات نے جاگیردارانہ، سرمایہ دارانہ اور رجعت پسندانہ ذہنیت کی بنیاد پر ایسی ترامیم آئین میں داخل کردی ہیں، جو قومی حقوق کی ادائیگی کے راستے میں رُکاوٹ ہیں اور پھر اس پر ڈھٹائی دیکھیے کہ یہی لوگ آج عدل وانصاف اور آئینی تسلسل کی بات کر رہے ہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ قوم کے سامنے ایسے لوگوں کی دسیسہ کاری کھل کر سامنے آجانی چاہیے۔

سوچنے سمجھنے کی بات ہے کہ جب تک نوآبادیاتی دور کی فرسودہ روایات اور غلامی کے دور میں تخلیق شدہ پسماندگی پیدا کرنے والے نظام سے برأت کا اعلان نہیں ہوتا، اور آزاد قوم کی حیثیت سے مثبت سماجی اقدار وروایات کے فروغ کے لیے مخلص اجتماعیت پیدا کرنے کی سنجیدہ کوشش نہیں کی جاتی، اس وقت تک اس قسم کے نعروں سے کام نہیں بنے گا۔

آج اپنی قومی زندگی کی تعمیر وتشکیل کے لیے مثبت سماجی اقدار وروایات پر مبنی ایک مخلصانہ اجتماعیت قائم کرنے کی ضرورت فزوں تر ہے۔ خاص طور پر دین اسلام کی سچی تعلیمات کی اساس پر ایسی دینی اجتماعیت کا قیام ازبس ضروری ہے کہ جو خداپرستی کے ساتھ انسان دوستی کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔ جو پوری جرأت کے ساتھ قومی آزادی کے تحفظ، امن وامان کے قیام اور عدل وانصاف کی بنیاد پر معاشی نظام کی تشکیل ایسے اُمور پر پختہ سوچ اور سیاسی اور اقتصادی شعور کی حامل ہو۔ نیز علاقائی ممالک کے ساتھ اپنے تعلقات کو غیر فرقہ وارانہ بنیادوں پر حل کرنے کا نظریہ رکھے، اور یوں غیر ملکی سامراجی قوت سے نجات حاصل کرنے کا واضح شعور رکھتی ہو۔ دور کا تقاضا ہے کہ اس حوالے سے عقل وشعور کے فروغ، منظم اجتماعیت کے قیام کی جدوجہد کو تیز کیا جائے اور سنجیدگی کے ساتھ اس کے لیے محنت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق اَرزانی فرمائے۔ آمین (مدیرِ اعلیٰ)

طاقت کے زیرِ تسلط پڑی دنیا کا المیہ

محمد عباس شاد

''تلواروں کے بغیر معاہدے محض الفاظ ہوتے ہیں۔'' یہ الفاظ ایک انگریز مفکر تھامس ہابس (1588-1675) کے ہیں۔ اسی طرح یونانی مؤرخ تھیوڈائڈس (400-471 ق م) نے کہا تھا: ''تاریخ افراد اور ریاستوں کی طاقت سے عبارت ہے۔'' ہمیں تاریخ میں فریڈرک نطشے (1844-1900) کے یہ الفاظ بھی سنائی دیتے ہیں کہ: ''ریاستیں اور افراد ہمیشہ طاقت کے طلب گار رہے ہیں۔'' تاریخ کے صفحات پر رومن مؤرخ ٹیکی ٹس کے یہ الفاظ بھی لکھے ملتے ہیں: ''طاقت تمام جذبوں سے زیادہ شدید ہے، طاقت ایک ایسی بھوک ہے، جس کی تسکین نہیں ہوتی۔'' اور افلاطون نے بھی اپنی کتاب جمہوریہ میں لکھا ہے: ''انصاف طاقت ور کی صوابدید ہے، کم زور ریاستیں جارحیت کو دعوت دیتی ہیں''۔ میکیاولی بھی کہتا تھا: ''حکمرانی کا بنیادی عنصر طاقت ہے ایک حکمران کو راست بازی کے بجائے طاقت اور مصلحت کو اپنا ہتھیار بنانا چاہیے''۔

یہ تصور، کہ طاقت کو عدل، سچائی، اور دلیل پر فوقیت حاصل ہے نیا نہیں ہے، مگر آج طاقت کا تسلط جس قوت کے ہاتھ میں ہے وہ عملاً دنیا میں طاقت کے کسی اور تصور کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ جب ہی تو وہ دنیا میں مسائل کو حل کرنے کے لیے طاقت کے اندھے استعمال کے ڈاکرائن کو اپنائے ہوئے ہے۔ کہتے ہیں کہ ہٹلر نے اس قدر وسیع پیمانے پر انسان کشی کی تھی کہ اگر سب مقتولوں کو الگ الگ قبریں مل جاتیں تو پورا جرمنی قبرستان بن جاتا، مرے ہوئے انسانوں کے ساتھ اس کی سفاکی دلوں کو دہلا دینے والی تھی، بے جان جسموں سے لباس نوچ لیے جاتے تھے اور مقتولوں کی شناخت ناممکن بنانے کے لیے مردہ انسانوں کی مونچھیں، ڈاڑھیاں، اور سر، مونڈ لیے جاتے تھے۔ ایک لاش کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر کے دفن کیا جاتا تھا۔ سر کہیں ہوتا تو ٹانگیں کہیں اور، ٹانگیں ایک جگہ ہوتیں تو ہاتھ کسی دوسری جگہ۔ ایسے میں اگر کوئی اپنے کسی عزیز کی لاش تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو اسے ٹانگیں اور ہاتھ کسی اور کے قبول کرنے پڑتے تھے۔

آج کے ہٹلر کو لاشوں کے ٹکڑے نہیں کرنے پڑتے اس کی ڈرون ٹیکنالوجی یہ کام خود سرانجام دیتی ہے۔ ہٹلر انسانی لاشوں کو چمنیوں سے دھواں بنا کے فضا میں تحلیل کر دیتا تھا۔ آج ڈرون حملے انسانی لاشوں کو بھسم کر کے مٹی میں ملا دیتے ہیں۔ ہٹلر کے عہد کا وارث نامکمل لاش وصول کرتا تھا، جب کہ آج کا وارث لاش کے بجائے گوشت کے چند چیتھڑے خون آلود کفن میں دفن کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ طاقت کے نشے میں اس حد تک چلا گیا ہے کہ اس کے ہاں عدل وانصاف، دلیل وسچائی کے الفاظ بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں۔ اس کے نزدیک اس کا اپنا ہر قول وفعل انصاف کا معیار بن گیا ہے۔ جب اس کا دل چاہے جس ملک پر مرضی چڑھ دوڑے اور بڑی ڈھٹائی سے دنیا کو کہتا پھرے کہ میں اس ملک کے باشندوں کو آزادی دلانے آیا ہوں۔ عراق کی مثال دنیا کے سامنے ہے۔

''طاقت ایک ایسی بھوک ہے، جس کی تسکین نہیں ہوتی'' ہیروشیما اور ناگاساکی پر امریکی بربریت کو ابھی دنیا نہیں بھولی۔ امریکہ کے صدر ٹرومین کو خدشہ تھا کہ اگر جاپان نے چند روز میں ہتھیار ڈال دیے تو پھر میں اپنے ایٹم بم کو چلانے کا نیا موقع کیسے پیدا کروں گا۔ اس کے فوجی مشیروں نے واضح طور پر کہا تھا کہ اب جاپان پر ایٹم بم کا استعمال بے مقصد ہے، لیکن اس کے باوجود وہ جاپان پر ایٹم بم گرا کر رہا۔ اگلے دن سینکڑوں صحافی ٹرومین سے ملنے وائٹ ہاؤس پہنچے کیونکہ وہ انسانی تاریخ کے بدترین واقعے کے بارے میں جاننا چاہتے تھے، لیکن آپ کو یاد ہوگا کہ اس رات ٹرومین وائٹ ہاؤس میں ساری رات جاگتا رہا تھا۔ نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اسے انسانی تاریخ کی اہم ترین خبر کا انتظار تھا اور آخر وہ یہ اطلاع پا کر ہی اپنے بستر پر لیٹا تھا کہ لاکھوں جاپانی جل کر بھسم ہو گئے ہیں۔ اسے بتایا گیا تھا کہ اب دنیا کے نقشے پر عظیم الشان انسانی بستیوں کی جگہ ملبے، راکھ اور لاشوں کے وسیع وعریض اونچے اونچے انبار ہیں یا چند سسکتی ہوئی زندگیاں، جنھیں اگر موت بھی دیکھے تو خودکشی کر لے۔ (بقیہ ص5)

www.rahimia.org

خطبہ جمعۃ المبارک

غلبۂ دین اور دینی اجتماعیت کی اہمیت

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب

(مؤرخہ: 24 جولائی 2009ء بمقام ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ، لاہور)

ضبط وتحریر: مولانا محمد جمیل

نحمدهٗ ونصلی علی رسوله الکریم، امّا بعد: فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم، بسم الله الرحمن الرحیم، قال الله تبارک وتعالیٰ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وقال تعالیٰ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ صدق الله العظیم.

معزز دوستو! مسلمان جماعت کی تعلیم وتربیت اور اس کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے قرآن حکیم نے بنیادی اصول وقواعد بیان کیے ہیں۔ اور درست خطوط پر کام کرنے کے اہداف ومقاصد متعین کیے ہیں کہ مسلمان جماعت کن اہداف کو پیش نظر رکھ کر جدوجہد اور کوشش کرے گی۔ اور وہ کون سے اصول ہیں جن کی اساس پر مسلمان جماعت نے معاشرے میں اپنا کردار ادا کرنا ہے۔ قرآن حکیم نے جا بجا مسلمانوں کو مخاطب کیا ہے اور اس کو ان بنیادی اُمور کا حکم دیا ہے، جن کی اساس پر مسلمان جماعت نے آگے بڑھنا ہے۔

انسانی معاشرے میں مشکلات ومسائل، کوتاہیاں اور نقائص ہوجایا کرتے ہیں۔ انسانوں کو ان چیزوں سے بچانے اور ترقی کے راستے پر گامزن کرنے کے لیے ایک تربیت یافتہ جماعت کی ضرورت ہوتی ہے۔ دنیا میں انسانی اُمور سرانجام دینے کے لیے تربیت یافتہ انسانی جماعت کی ضرورت اپنی ایک اہمیت رکھتی ہے۔ ایک انسان خواہ کتنے اونچے درجے کا حامل کیوں نہ ہو، اس کی انفرادی جدوجہد اور کوشش معاشرے میں مکمل نتائج نہیں دیا کرتی، بلکہ دنیا میں نتائج کے حصول کے لیے ایک منظم جماعت ہی کردار ادا کرتی ہے۔ حتیٰ کہ انبیا علیہم السلام بھی دنیا میں جب نتائج پیدا کرتے ہیں تو ایک جماعت بناتے ہیں۔ اور اس کی تربیت کرتے ہیں۔ اور اس کی اساس پر ہی انسانیت کی ترقی کے نتائج واضح ہوتے ہیں۔ اس لیے تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ ہر نبی نے اپنے نظریے کی بنیاد پر ایک تربیت یافتہ جماعت تیار کی ہے۔ اور پھر اپنی اس جماعت کو اہداف بتائے اور ان کو حاصل کرنے کے لیے طریقۂ کار اس کے سامنے واضح کیا۔ اس لیے قرآن حکیم نے جا بجا مسلمان جماعت کو ہی مخاطب فرمایا ہے، اور جماعت کو پیش نظر رکھ کر رہنما اصولوں کا تعین کیا ہے۔ اور اگر کسی جگہ حضورؐ یا کسی خاص فرد کو مخاطب بھی کیا گیا ہے، تو اس وجہ سے کہ اس کے ذریعے سے وہ حکم جماعت تک منتقل ہو سکے۔

قرآن حکیم نے یہ واضح کیا ہے کہ مسلمان جماعت کو معاشرے میں کام کرتے ہوئے بنیادی طور پر دو اُمور اور اصول اپنے پیش نظر رکھنے ہوں گے: پہلا یہ کہ مسلمان جماعت نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرنا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اس کے نتیجے میں معاشرے میں عدل وانصاف قائم کرنے کا جذبہ پیدا ہونا چاہیے۔ قرآن حکیم نے حکم دیا کہ تقویٰ اختیار کرو۔ پرہیزگار بنو اور اللہ سے ڈر کے نتیجے میں عدل وانصاف قائم کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کرو۔ مسلمان جماعت کی سوچ انسانی معاشرے میں تمام انسانوں کو کامیاب بنانے کی ہونی چاہیے۔ ناکامی کے اسباب سے دور رہنا مسلمان جماعت کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ بلکہ تمام انسانیت کو بلاتفریق رنگ، نسل اور مذہب کے کامیابی کے راستے پر گامزن کرنا یہ مسلمان کا بنیادی مقصد ہونا چاہیے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں اسی بات کا حکم دیا ہے کہ مسلمان جماعت نے تقویٰ اختیار کرنا ہے اور اللہ کے ڈر سے عدل وانصاف کے نظام کو دنیا میں غالب کرنے کی جدوجہد کرنی ہے۔ اور اگر انسانی معاشرے میں عدل وانصاف سے متصادم نظام موجود ہو تو پھر مسلمان جماعت کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اللہ کے راستے میں جدوجہد کا طریقہ اختیار کرے۔

مسلمان جماعت پر یہ بات لازمی قرار دی گئی ہے کہ وہ اپنے اہداف ومقاصد کے حصول کے لیے سستی، کاہلی اور مرعوبیت کو ختم کرے۔ اپنے اندر چستی، ہمت اور جرأت مندی کو پیدا کرے۔ اس لیے وہ تمام بداَخلاقیاں جو انسان کی قوتِ عمل کو مفلوج کر دیتی ہیں، ان تمام سے پناہ مانگی گئی ہے۔ حضورؐ کی دعاؤں میں قرآن اور حدیث میں ان تمام چیزوں سے روکا گیا ہے جو انسان میں سستی، کم ہمتی اور مرعوبیت کو پیدا کریں۔ دیکھیں! کوئی جماعت، اس کا نظریہ خواہ کتنا ہی اونچا کیوں نہ ہو، وہ جماعت صرف اپنے فکر اور نظریے کی بلندی کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو سکتی، بلکہ مقاصد کے حصول کے لیے ایک باشعور، منظم اور بردبار اجتماعیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب اگر یہ خصوصیات نہ ہوں تو صرف اعلیٰ نظریہ نتائج پیدا نہیں کرتا بلکہ معاشرے میں نتائج اس وقت پیدا ہوں گے، جب ایک تربیت یافتہ جماعت موجود ہوگی۔ جس میں حالات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت اور استعداد موجود ہو۔ وہ جماعت جرأت و ہمت کی حامل ہو، مقاصد کے حصول کے لیے کسی کے دباؤ میں نہ آئے، مرعوبیت کا شکار نہ ہو۔ دراصل دورِ زوال میں غلط نظام کی وجہ سے انسانوں کے اندر ایسے رویے اور بداَخلاقیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو کہ ان کے اندر کم ہمتی، مرعوبیت اور بے شعوری پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ اصل میں ایسے رویے ہیں جو کہ انسانیت سے گرے ہوئے ہیں۔ انسانیت تو دراصل اعلیٰ اخلاق کی حامل ہوتی ہے۔ اگر اعلیٰ اخلاق نہ ہوں، ان کی جگہ بداَخلاقی اور پست اخلاق پیدا ہو گئے تو ہمارے اندر فکرمندی پیدا ہونی چاہیے۔

اس لیے قرآن حکیم نے ہر جگہ پر یہ حکم دیا ہے کہ جدوجہد اور محنت کا راستہ اختیار کرو۔ آگے بڑھ کر اپنے اہداف ومقاصد کے حصول کے لیے کوشش کرو۔ صبر واستقامت سے کام لو۔ بار بار قرآن حکیم نے تذکرہ کیا ہے کہ مسلمان جماعت جب اپنے مقاصد کے لیے جدوجہد کرتی ہے تو صبر واستقامت سے کام لیتی ہے۔ اس لیے قرآن حکیم نے جہاں عبادت وغیرہ دیگر احکامات بیان کیے ہیں تو ان میں ان اعلیٰ اخلاق کا تذکرہ بھی کیا ہے جو کہ مسلمان میں اعتماد پیدا کرتے ہیں۔ عقل وشعور کو بیدار کرتے ہیں۔ مرعوبیت کو ختم کرتے ہیں۔ ذلت ورسوائی سے نکلنے کا حوصلہ اور جذبہ پیدا کرتے ہیں، ان اخلاق کو عبادت کے ساتھ جوڑ کر بیان فرمایا کہ یہ جماعت اخلاص واستقامت کے ساتھ عبادت کرتی ہے، اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

یہ بات یاد رکھیں کہ دورِ غلامی کے پست اخلاق سے معاشرے کو نکالنے کے لیے ایک تربیت یافتہ جماعت کی ضرورت ہوتی ہے، آپ دیکھیں کہ حضورؐ نے صحابہ کرامؓ کی جو جماعت تیار فرمائی تو اس کی دیگر خصوصیات کے ساتھ ساتھ ایک اہم ترین خصوصیت یہ تھی کہ ان میں جرأت، اعتماد، حوصلہ مندی اور استقامت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مسلمان جماعت نے آگے بڑھنے کے لیے کچھ اُمور متعین کرنے ہوتے ہیں۔ نظم وضبط، اجتماعیت، اپنے نظریے کا نظام قائم کرنے کے لیے جانی اور مالی قربانی کا جذبہ اور اس کے علاوہ اس راستے میں جتنے بھی مسائل درپیش ہوں تو ان میں وہ جماعت سرخرو ہو کر آگے بڑھے۔ جیسا کہ قرآن حکیم نے فرمایا کہ ہم ان کو آزمائیں گے۔ ان پر خوف بھی آسکتا ہے۔ مال میں کمی بھی آسکتی ہے۔ ان کے خلاف سازشیں بھی ہو سکتی ہیں، لیکن جو جماعت اس پورے مرحلے میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتی ہے، قرآن حکیم کہتا ہے کہ ان کو خوش خبری سنا دو۔ قرآن حکیم نے دوسری جگہ پر فرمایا کہ کیا تم نے یہ خیال کر لیا ہے کہ تم رسمی اعمال کر لینے سے جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور تم پر وہ آزمائشیں اور امتحان نہیں ہوگا جو کہ تم سے پہلے اولوالعزم لوگوں کا ہوا ہے۔ مکہ مکرمہ میں حضورؐ نے اپنی جدوجہد کا آغاز فرمایا اور اس کے نتیجے میں حضورؐ اور آپ کی جماعت کو مشرکین مکہ کی طرف سے تکالیف آئیں تو صحابہ کرامؓ نے ایک دن حضورؐ سے شکایت کی کہ آپ پر ایمان لانے اور آپ سے تعلق قائم کرنے کے نتیجے میں تو ہمیں بہت تکالیف دی جا رہی ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ یہ پریشانیاں دور ہو جائیں اور سارے معاملے میں نرمی پیدا ہو جائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم اتنی جلدی گھبرا گئے ہو؟ تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں، ان کو آرے سے چیرا گیا۔ ان کو بہت زیادہ اذیتیں اور تکالیف دی

www.rahimia.org

گئیں، لیکن انھوں نے صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا اور اپنے نظریے پر استقامت اور جدوجہد کا راستہ اختیار کیا۔ آگے بڑھنے کے لیے اپنے تنظیمی عمل اور دعوتی عمل کو فروغ دیا اور تم ابھی سے گھبرا گئے ہو۔ ابھی تو تمہارا امتحان ہوگا، اور آزمائشیں آئیں گی اور یقیناً یہ آزمائشیں اور امتحان آپ کی صلاحیتوں کو نکھارے گا۔ تمہارے اندر وہ جذبہ پیدا ہوگا کہ تم نتائج حاصل کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کرو۔ جو جماعت اپنے اندر نظام چلانے کی صلاحیت پیدا نہیں کرتی وہ درست طور پر نظام نہیں چلا سکتی۔ اور جو جماعت آج قانون کی پاس داری نہیں کرتی تو اس کو جب حکومت مل جائے گی تو اس وقت قانون کی پاس داری کیسے کرے گی۔ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ وہ اعلیٰ اخلاق اور رویے، جن کی بنیاد پر نظام چلتے ہیں، آج ہم وہ سیکھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ہم نے اسی کو کافی خیال کرلیا کہ چند رسمی اعمال کرنے ہیں اور اپنے اوپر مسلمان ہونے کا ٹائٹل لگانا ہے۔ اس کے لیے نہ کوئی تربیت، نہ سلیقہ، نہ عقل وشعور کی کوئی بات ہے۔ ہم نے آسان آسان باتوں کو تو قبول کرنے کی حکمت عملی بنائی لیکن جن باتوں میں مجاہدہ تھا، مشکلات تھیں، ان کے قریب جانے کے لیے تیار نہیں۔ یہ بڑی غفلت کی بات ہے۔ ہم یہ خواہش تو رکھتے ہیں کہ ہمیں دنیا کی ترقیات مل جائیں، لیکن ان ترقیات کو حاصل کرنے کے لیے جس استقامت اور اعلیٰ اخلاق کی ضرورت ہے، وہ ہمارے اندر نہیں رہے۔

اب آپ دیکھیں کہ عملی نتائج حاصل کرنے کے لیے معروضی حقائق کا ادراک کرنا بڑا ضروری ہوتا ہے۔ گردوپیش کے تمام حالات کا تجزیہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ان تمام حالات کی روشنی میں اپنے اہداف ومقاصد کے حصول کا راستہ تلاش کرنا ہوتا ہے۔ کیوں کہ مشکلات اور پریشانیاں تو ہر دور میں ہوا کرتی ہیں، لیکن ان میں سے کامیابی کا راستہ نکالنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اگر ان حالات کو دیکھ کر مایوسی کا نظریہ پیدا ہوجائے تو یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ ہمارے ہاں مذہبی حوالے سے یہ بڑی کمزوری پائی جاتی ہے کہ خود کوئی جدوجہد نہیں کرتے بلکہ کسی لیڈر کا انتظار ہو رہا ہے کہ وہ آکر حالات درست کرے گا، یہ بات درست نہیں ہے۔ اگر کوئی رہنما آئیں گے تو اپنے وقت پر آئیں گے۔ تو کیا اس وقت تک ہمیں بزدلی سے صلح کرلینی چاہیے؟ کیا اس پورے عرصے میں ذلت اور پستی کو قبول کرلینا چاہیے، بلکہ حدیث پاک میں تو فرمایا کہ: "الاسلام یعلوا و لایعلیٰ علیه" کہ اسلام غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں، تو گویا کہ مسلمان جماعت کے ذریعے سے اسلام کا غلبہ ہوگا، حضورؐ کی روزانہ کی دعاؤں میں سے ایک دعا ہے کہ یا اللہ مسلمانوں کو عزت نصیب فرما، ذلت کی زندگی سے نکال، ذلت ورسوائی سے نکالنے اور عزت و غلبہ حاصل کرنے کا ہدف اگر نبی نے دیا ہو تو ہم ذلت اور مرعوبیت کو کیسے قبول کرلیں۔

آج ہمارے اندر بڑی مرعوبیت پیدا ہوگئی کہ سرمایہ داری نظام تو بڑا طاقت ور ہے، اس کا مقابلہ ہم کیسے کرسکتے ہیں۔ سامراج تو بڑی طاقت ہے۔ ہم اس کا مقابلہ کیسے کریں گے۔ ہم نے تو اس کی ہر بات تسلیم کرنی ہے۔ قرآن حکیم تو کہتا ہے کہ مسلمان وہ جماعت ہے جو کہ دشمن پر اپنا رُعب قائم کرنے کی جدوجہد اور کوشش کرتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے میری مدد رُعب کے ذریعے سے کی گئی ہے۔ چناں چہ ایک ماہ کی مسافت پر کوئی آدمی ہوتا تھا تو اس پر حضورؐ کا رعب پڑ جاتا تھا۔ یہاں ہمارا کوئی رُعب نہیں، بلکہ کوئی بین الاقوامی ادارہ یا کوئی ملک ہمیں کسی قسم کی کوئی ہدایت دے تو ہم اس کو پورا کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ جب ہم نے اپنی طاقت ہی نہیں منوائی تو نتائج کیسے پیدا ہوں گے۔ مسلمان جماعت تو اپنے شعور اور بصیرت کی بنیاد پر اپنی طاقت کا اظہار کرتی ہے اور اس سے پھر نتائج پیدا کرتی ہے۔ یاد رکھیے! کہ دشمن کے مقابلے میں طاقت بھی اس دور کے تقاضوں کے مطابق ہوتی ہے۔ آج کے دور میں تنظیم کی طاقت، سماجی مسائل کو حل کرنے کی طاقت اپنے اندر پیدا کرنا ضروری ہے۔ طاقت محض اسلحہ اور تشدد کی بنیاد پر نہیں ہوتی۔ قتل وغارت گری کی بنیاد پر نہیں ہوتی۔ بلکہ طاقت وہ ہوتی ہے، جو سیاست، معیشت اور اقتصادیات کے میدان میں اپنی صلاحیت واستعداد منوائے۔ جس سے دشمن مرعوب ہوجائے۔ ہمارے ہاں اجتماعی طور پر یہ سوچ نہیں پائی جاتی کہ اس میدان کی طاقت کیسے پیدا کرنی ہے، ہمارے ہاں انفرادی نیکی کا جذبہ تو موجود ہے، لیکن ان نیکیوں کو غالب کرنے کے لیے جو جدوجہد کرنی ہے اور اس کے لیے جو قربانی دینی ہے، اس کے لیے ہم تیار نہیں ہیں۔ قرآن حکیم نے مکہ والوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ: کیا ان کو یہ عقل نہیں کہ آہستہ آہستہ زمین ان کے نیچے سے سرکتی جارہی ہے، اور مسلمانوں کی تعداد، حکومت اور ان کا رعب اور ان کی طاقت بڑھتی جارہی ہے۔ (۴۱:۱۳) تو گویا کہ اس وقت میں ایک چھوٹی جماعت تدریجاً بڑھ رہی ہے اور بڑی جماعت کم ہو رہی ہے۔ اور آج ہمارے یہاں معاملہ برعکس ہے کہ دشمن کا تسلط اور غلبہ بڑھ رہا ہے اور اس کے مقابلے میں ہمارا نظام ختم ہو رہا ہے، ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ایسا کیوں ہے؟ معاملہ برعکس کیسے ہوگیا؟

حضورؐ اور آپ کی جماعت کا جب پھیلاؤ شروع ہوا تو مکہ، مدینہ اور عرب سے لے کر بین الاقوامی سطح پر ایک ہزار سال تک اس جماعت کی برکت سے غلبہ قائم رہا۔ لیکن اب ایسا زوال کا دور آیا کہ وہ جماعت سکڑتی جارہی ہے اور اس پر شیطانی جماعت کا تسلط اور غلبہ بڑھتا جارہا ہے۔ اب یہاں ہم وہ حدیثیں سنانا شروع کرتے ہیں کہ قیامت کے قریب تو یہ حالات پیش آئیں گے کہ حق والی جماعت کم ہوگی اور باطل پرست لوگ زیادہ ہوں گے، اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ ہم ان احادیث کی روشنی میں قیامت کے انتظار میں بیٹھ جائیں، یہ کس حدیث میں فرمایا کہ بزدلی، مرعوبیت اور مغلوبیت کو قبول کرلو اور غلبے کا نظریہ ترک کردو، حضورؐ کی ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں میں ان حالات کا اور ان علامتوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت پیدا ہونی چاہیے۔ مرعوبیت اور مایوسی کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت حذیفہؓ سے ان فتنوں کے متعلق سوال کیا، کیوں کہ اس قسم کی احادیث زیادہ تر حضرت حذیفہؓ سے مروی ہیں، مقصد یہ تھا کہ ان فتنوں کا سدباب کیا جائے، یعنی ایک طرف حضرت عمرؓ ان فتنوں، علامات کا توڑ پیدا کرنے کی حکمت عملی اختیار کرتے ہیں۔ دوسری طرف ہم ان سے مرعوب ہوکر بے عملی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ قرآن حکیم نے فرمایا کہ اللہ نے فرض قرار دے دیا ہے کہ اللہ اور اس کے نبی کی تعلیمات معاشرے میں غالب آئیں گی۔ اس لیے مسلمان جماعت کا نظریہ غلبہ دین کا ہونا ضروری ہے۔

آج ہم نے اس دور میں غلبے کا نظریہ اختیار کرنا ہے اور استقامت کے ساتھ اپنے اندر اعلیٰ درجے کی اجتماعیت پیدا کرکے دشمن کا مقابلہ کرنا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں غلبۂ دین کے نظریے کے لیے قبول فرمائے اور غلبۂ دین کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بقیہ صفحہ 3 سے آگے) جمع ہونے والے صحافیوں نے ٹرومین سے پوچھا "جناب صدر! کیا آپ گزشتہ رات سکون کی نیند سو سکے؟ طاقت کے نشے میں چور صدر نے جواب دیا: "...... ہاں! میں معمول سے زیادہ گہری نیند اور سکون کی نیند سویا، کیونکہ ہمارا تجربہ کامیاب رہا۔ اب ہم دنیا کا سب سے طاقت ور ملک ہیں"۔ حضرت علیؓ نے کہا تھا کہ طاقت اور دولت کا نشہ بہت خوفناک ہے جس سے انسان کو بہت دیر بعد ہوش آتا ہے۔ دنیا کے بیشتر مفکر اس صداقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ انسانی افعال خواہ سیاسی ہوں یا سماجی وہ طاقت نہیں بلکہ اخلاقیات کے زیرِ اثر ہونے چاہئیں۔ لارڈ ایکٹن {1834-1902} معروف تاریخ دان نے کہا تھا "طاقت اور اختیار بدعنوانی کا پیش خیمہ ہے اور مطلق اختیار مطلق بدعنوانی کو جنم دیتا ہے"۔ امریکی فلاسفر ہنری ایڈمز {1839-1918} نے کہا تھا "طاقت ایک زہر ہے۔" آج ہے کوئی جو ایڈمز کی قبر پر کھڑے ہوکر یہ بتائے کہ امریکہ کی طاقت کا زہر پورے انسانی جسم میں پھیل کر انسانیت کو تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول کو کس کتبے پر لکھا جائے کہ "اگر خدا دنیا کو حلم سے برداشت کرتا ہے تو اے زمین کی خاک اور مٹی! تم کیوں برا مانو، پس اگر کوئی تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تو تم اسے مارنے کے لیے دوسرا گال پیش کردو، بدی کے بدلے بدی نہ کرو، کیوں کہ یہ بدترین جانور بھی کرتے ہیں، بلکہ بدی کے بدلے بھلائی کرو اور جو تم سے دشمنی کریں ان کے لیے خدا سے دعا کرو، آگ سے آگ نہیں بجھتی، بلکہ پانی سے بجھتی ہے۔ میں تم سے کہتا ہوں تم بدی سے بدی پر غالب نہ آسکو گے۔"

سیرتِ طیبہ اور عصرِ حاضر

حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی ؒ

خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور نزول قرآن حکیم کا اصلی مقصد شہنشاہیت کا زوال، سرمایہ دارانہ نظام کی اصلاح، عادلانہ نظام کا قیام اور فاسد اجتماعیت کی جگہ صالح اجتماعیت کو پیدا کرنا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ بعثت کو اگر تاریخی نظر سے دیکھا جائے تو ہمیں دنیا کے مہذب ممالک، دو شہنشاہوں کے زیرِ نگیں معلوم ہوتے ہیں: ایک کسریٰ شہنشاہِ ایران، دوم قیصر شہنشاہ روم۔ عراق، یمن، خراسان اور ان کے متصل ممالک کسریٰ کے زیرِ اقتدار تھے۔ ماوراء النہر کا علاقہ بخارا، سمرقند، تاشقند وغیرہ پر ان کا قبضہ تھا۔ برصغیر پاک و ہند کے حکمران بھی کسریٰ کے باج گزار تھے۔ ہر سال یہاں سے لگان کا ایک حصہ کسریٰ کی طرف سے وصول کیا جاتا تھا۔ روم اور اس کے نواحی یورپ کے ممالک پر قیصر کا تسلط تھا۔ مصر مغرب اور افریقہ کے سلاطین قیصرِ روم کے تابع تھے۔

کسریٰ اور قیصر دونوں شہنشاہوں کا نظام سرمایہ دارانہ تھا اور ان دونوں فرماں رواؤں کو شکست دے کر ان کے ممالک پر قبضہ کرنا روئے زمین پر قبضہ کرنے کے مترادف تھا۔ اس لئے قرآن حکیم میں یہ فرمایا گیا: هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ''اللہ وہی ہے، جس نے اپنے رسول کو ہدایت (یعنی قرآن) اور دین حق دے کر اس لئے بھیجا کہ اس کے دین کو دوسرے تمام ادیان پر غلبہ دے۔'' قرآن حکیم کے شروع میں اس کے اوصاف کے سلسلہ میں یہ فرمادیا گیا ہے: ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛ فِیْهِ ۛ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ اس میں قرآن حکیم کو متقین کے لئے ہدایت کہا گیا ہے۔ میرے اُستاد علامہ عبیداللہ سیالکوٹی سندھی ؒ فرمایا کرتے تھے، کہ میں سالہا سال تقویٰ کے معنی کو سوچتا رہا کہ تقویٰ کیا ہے۔ اور قرآن حکیم کو جن متقین کے لئے ہدایت بتایا گیا ہے، وہ کون لوگ ہیں۔ تفسیروں میں اس کے متعلق جو تحقیق پائی جاتی ہے، اس سے مجھے تشفی نہیں ہوئی، آخر میں حضرت شیخ المشائخ سیدنا عبدالقادر جیلانی ؒ کی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' نظر سے گزری، اس سے میرا شرح صدر ہوگیا۔ کہ تقویٰ کے معنی ہیں: **الامر بالمعروف والنهی عن المنکر واقامة العدل،** یعنی نیکی کا حکم کرنا، برائی سے روکنا اور عادلانہ نظام قائم کرنا۔ حکم کے معنی آرڈر کے ہیں اور یہ صحیح معنی میں حکومت کے سوا نہیں ہوسکتا تو اب مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے انسانیت کو پاک کرنے کی خواہش رکھتے ہیں، اور دنیا میں عدل و انصاف کا نظام قائم کرنا چاہتے ہیں، وہ آئیں اور قرآن حکیم سے اس کی ہدایت طلب کریں اور پھر دیکھیں کہ وہ کس طرح جلدی سے کامیاب ہوتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ؒ اپنی علمی شاہکار تصنیف ''ازالة الخفا'' میں آیت مذکورہ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی کے تحت تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''جس زمانہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، اس دور میں اہالیانِ مکہ مکرمہ تین سوسائٹیوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک تو مشرک اور بت پرست تھے، جن کی اکثریت تھی۔ وہ کسریٰ اور قیصر شاہنشاہوں میں دینی اتحاد کی وجہ سے کسریٰ کی طرف دار تھے اور اپنی ترقی کو ان کی ترقی کے ساتھ وابستہ رکھتے تھے۔ اور دوسرا قلیل گروہ وہ تھا جو لوگ اپنا آبائی دین چھوڑ کر نصاریٰ ہوگئے تھے ان کو متنصّر کہا جاتا تھا، ان کا روحِ رواں ورقہ بن نوفل تھا۔ یہ لوگ قیصرِ روم کی فتح کو پسند کرتے تھے اور اپنی ترقی کو اس کی ترقی کے ساتھ وابستہ جانتے تھے، لیکن ان دو سوسائٹیوں کے علاوہ مکہ مکرمہ میں ایک تیسرا گروہ بھی تھا جو اگرچہ اَقلیت میں تھا، مگر دینِ ابراہیمی پر رہتے ہوئے ان کا یہ دعویٰ تھا کہ دین حنیف کی صورت مسخ ہوگئی ہے۔ کوئی ایسا ہادی اور رہبر تشریف لائے جو ہمیں دینِ ابراہیمی کی صحیح صورت بتائے۔ اس کو لے کر ہم آگے بڑھیں اور ان دونوں گروہوں اور ان کے حامیوں کو شکست دے کر انسانیت کو شرک اور بت پرستی سے پاک کر کے عادلانہ نظام قائم کریں''۔ حضرت امام ولی اللہ ؒ کی نظر میں قرآن حکیم کے اولین مخاطب یہی لوگ تھے، جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اولین فرصت میں ایمان لے آئے اور ان سے دینِ حنیف کی تربیت حاصل کی۔

یٰسٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ میں قرآن کو حکمت کی کتاب کہا گیا ہے اور حکمت کے اولین مخاطب بدو اور گنوار نہیں ہوتے بلکہ حکما اور سمجھ دار لوگ ہوتے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ تھے، جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ لے کر آگے بڑھے اور کسریٰ و قیصر جیسے شہنشاہوں کو شکست دے کر عدل وانصاف کا نظام قائم کرنے کا سبق دیا۔ اس لئے سیرت کی کتابوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہوتے ہوئے جو نعرہ نقل کیا گیا ہے، وہ یہی تھا کہ **هلک قیصر کسریٰ فلا قیصر کسریٰ بعده** یعنی ''میرے آنے کے بعد قیصر اور کسریٰ دونوں شہنشاہ ہلاک ہوگئے۔ (ان کی حکومتوں کی جگہ اللہ کی حکومت اور عدل و انصاف کی حکومت قائم ہوگی) پھر کوئی قیصر و کسریٰ نہیں ہوگا۔''

> افسوس کہ یہ لعنت جس کو قرآن مجید نے نیست و نابود کردیا، پھر کسی نہ کسی صورت میں اُبھرتی رہی اور عصر حاضر کے ماضی قریب تک اس کا غلبہ رہا، لیکن آگے چل کر اس نے بھیس بدل دیا۔ پرانی شہنشاہیت، سامراجیت اور ہوس ملک گیری میں بدل گئی۔ جو دنیا کے عوام اور تیسری دنیا کی رعایا کے لئے اسی طرح لعنت ہے، جس طرح ملوکیت تھی، اب بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور سیرت طیبہ ہمارے سامنے ہے۔ اس سے اگر ہم درس حاصل کریں تو اس لعنت سے خلاصی پا سکتے ہیں، صرف اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم اُسوۂ حسنہ پر صحیح طور سے عمل پیرا ہوں۔ عصر حاضر کے متعدد مسائل ہیں، اگر غور اور تحقیق سے دیکھا جائے تو ان کا حل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبۂ مبارک حجۃ الوداع میں موجود ہے۔

اُس دور میں بیسویں صدی کے اوائل تک عصر حاضر میں انسانیت اور عوام پر جو مظالم کئے جاتے تھے۔ اس کا بڑا سبب اور ذریعہ شہنشاہیت کا نظام تھا۔ ایک جگہ حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ صاحب ؒ اہل فارس اور اہل روما کی عیاشانہ زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''تاریخ شاہد ہے کہ اہل روما اور اہل فارس (ایران) میں ایک لمبی مدت تک حکومت رہی۔ انہوں نے اپنے دور کے حالات کے مطابق تمدن کے لوازم اور رفاہیت کی زندگی کو عیاشی کے ساتھ بسر کرنا اپنا نصب العین قرار دیا اور شیطان نے ان پر اپنا پورا تسلط جمالیا۔ اُس دور کے ہر سرمایہ دار کی یہ کوشش تھی کہ اس کے پاس ایک شاندار محل ہو، جس کے صحن کے سامنے باغ ہو، حمام وغیرہ جیسے لوازم اس میں موجود ہوں۔ اس کے دسترخوان پر ایوانِ نعمت چنے جائیں اور اس کی زرق برق پوشاک سب لوگوں میں نمایاں ہو، نیز اس کے پاس عمدہ نسل کے گھوڑے اور راحت بخش گاڑیوں کی کمی نہ ہو اور خدمت کے لئے لونڈیاں اور ہمہ وقت کمربستہ غلام حاضر باش رہا کریں''۔

حضرت شاہ صاحب ؒ اپنے دور کے سلاطین اور والیانِ ریاست کی مثال دے کر اہل روما اور اہل فارس (ایران) کی حالت اس طرح سمجھاتے ہیں: ''عصر حاضر کے ملوک وسلاطین اور والیانِ ریاست کے ٹھاٹھ دیکھ کر تم ان کی عیاشیوں اور زندگی کے مرافق (سہولتوں) میں غلو اور حد سے بڑھنے کا اندازہ لگا سکتے ہو۔ عیش پرستی کا یہ طریقہ ان کے رگ و پے میں سرایت کر چکا تھا اور جس کی وجہ سے تمام تمدن اور معاشرہ میں ایک لاعلاج روگ پیدا ہوگیا۔ دوسرے سب لوگ ان کی دیکھا دیکھی عیاشیوں پر مائل ہوگئے۔ کیوں کہ یہ ایک سچا مقولہ ہے ''**الناس علی دین ملوکهم**'' یعنی ''عوام اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں'' رعیت کے ہر طبقے میں اپنی حیثیت کے موافق عیاشی کا مرض پھیل گیا اور اس نے وبائے عام کی صورت اختیار کرلی۔ اس عیاشی کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ قسم قسم کی پریشانیوں میں مبتلا ہوگئے۔ کیوں کہ عیاشانہ زندگی بسر کرنے کے لئے جس ساز وسامان کی ضرورت تھی، اس کا حاصل ہونا بہت سی دولت خرچ کیے بغیر ناممکن تھا۔ اس لئے ان ملوک وسلاطین نے اپنی رعیت اور بیوپاروں پر اور اُمراء نے

www.rahimia.org

اپنے اسامیوں پر بھاری بھاری لگان (ٹیکس) عائد کئے۔اس حالت میں عوام اور غریبوں کے لئے دو ہی راہیں تھیں: ایک تو یہ کہ بغاوت کا علَم (جھنڈا) بلند کریں اور مسلح ہو کر مقابلہ کریں، ایسا کرنا تو ان کے امکان سے باہر تھا، کیوں کہ یہ لوگ بے سروسامان تھے،ان کے سامنے دوسرا راستہ یہ تھا کہ سلاطین اور سرمایہ داروں کی اطاعت کریں، چوپایوں اور گدھوں کی سی ذلیل زندگی بسر کریں۔ بہر حال نچلے طبقہ کے لوگ اپنے عمال اور اپنے آقاؤں کی خدمت میں اس قدر مشغول ہوتے تھے کہ ان کو اُخروی سعادت کی طرف متوجہ ہونے کی لحہ بھر بھی فرصت نہیں ملتی تھی۔

خلاصہ یہ کہ جب یہ مرض اپنی انتہائی شہرت کو پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ ان پر سخت ناراض ہوا اور اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت نے عوام کی حالت زار کو دیکھ کر یہ تقاضا کیا کہ ناجائز سرمایہ داری اور عیاشی کے اس مرض کی بیخ کنی کی جائے، چنانچہ اس نے نبی اُمی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مبعوث فرمایا، آپ نے مذکورہ عیاشیانہ زندگی کی قباحت اور برائی بیان فرمائی۔ سرمایہ دارانہ زندگی کے لوازمات سے پرہیز کرنے کا حکم دیا۔ آپؐ نے اپنی ذات اور اپنے پیروکاروں کو پہلے سے بتا دیا کہ آپ کا غلبہ شہنشاہوں کی دولت وحکومت کے زوال کا باعث ہے اور آپؐ کی نبوت کا مقصد کسریٰ اور قیصر جیسے شہنشاہوں کی سلطنتیں مٹا دینا ہے، جس کی یہ صورت ہوگی کہ پہلے پیغمبر علیہ السلام کے ذریعے عرب میں انقلاب بپا ہوگا۔ اور پھر آپ کی تربیت یافتہ جماعت مہاجرین وانصار کے ذریعہ ان دونوں حکومتوں کو ختم کر کے ایک عالمی انقلاب برپا کرے گی''۔ (حجۃ اللہ البالغہ، باب اقامۃ الارتفاقات، ص ۱۰۵، طبع مصر)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ پیشین گوئی ٹھیک اسی طرح 71ھ بعثت کے اخیر میں پوری ہوئی اور مہذب دنیا کی دونوں شہنشاہتیں مسلمانوں کے ہاتھوں ختم ہوگئی اور وہاں اسلام اور قرآن مقدس کے عادلانہ نظام کی حکومت قائم ہوئی۔ اب تک عوام جو ظلم وستم کے نیچے دبے ہوئے تھے اور پسے جا رہے تھے، انہوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ قرآن حکیم کی سورہ بقرہ کے شروع میں الٓمٓ مقطعاتِ قرآنی سے بطور اشارہ یہ بتایا جاتا ہے، کہ کلام الٰہی کی طرف سے هُوَ الَّذِيٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ الآیۃ میں جو بشارت دی گئی وہ اکہتر سال کے آخر میں پوری ہوگی۔ اور اتنی کم مدت میں دونوں شہنشاہتیں نیست ونابود ہو جائیں گی، ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ یہی برحق کتاب ہے، جس نے انقلاب کر کے دکھایا، لَا رَيۡبَ ۛ فِيۡهِ ۛ اس میں اب کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ وہ عدل وانصاف اور نیکی کے نظام چاہنے والوں کے لئے ہدایت ہے۔

افسوس کہ یہ لعنت جس کو قرآن مجید نے نیست ونابود کر دیا، پھر کسی نہ کسی صورت میں اُبھرتی رہی اور عصر حاضر کے ماضی قریب تک اس کا غلبہ رہا، لیکن آگے چل کر اس نے بھیس بدل دیا، پرانی شہنشاہیت، سامراجیت اور ہوس ملک گیری میں بدل گئی۔ جو دنیا کے عوام اور تیسری دنیا کی رعایا کے لئے اسی طرح لعنت ہے، جس طرح ملوکیت تھی، اب بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور سیرت طیبہ ہمارے سامنے ہے۔ اس سے اگر ہم درس حاصل کریں تو اس لعنت سے خلاصی پا سکتے ہیں۔ صرف اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم اُسوۂ حسنہ پر صحیح طور سے عمل پیرا ہوں۔ عصر حاضر کے متعدد مسائل ہیں، اگر غور اور تحقیق سے دیکھا جائے تو ان کا حل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خطبۂ مبارک حجۃ الوداع میں موجود ہے۔

عرفات میں ایک مقام غــــرّہ ہے، آپؐ نے حج کے موقعہ پر ایک کمبل کے خیمہ میں قیام فرمایا، دوپہر ڈھل گئی تو اونٹنی پر (جس کا نام قصواء تھا) سوار ہو کر میدان میں تشریف لائے اور اونٹنی کے اوپر ہی سے خطبہ پڑھا۔ جو خطبہ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ ''خبردار! جاہلیت کے تمام دستور میرے پاؤں کے نیچے ہیں، اے انسانو! بے شک تمہارا پروردگار ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے، خبردار! عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں۔ مگر تقویٰ کے سبب سے''۔ عصر حاضر کی مہذب دنیا میں بڑا مسئلہ امتیازِ مراتب اور رنگ، نسل کا امتیاز ہے، افریقہ کے کئی ممالک آج بھی اس لعنت میں گرفتار ہیں۔ گورے رنگ والوں کو شرفا اور کالوں کو رذیل سمجھا جا رہا ہے۔

آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ان مبارک جملوں سے انسانی مساوات کا درس ملتا ہے، اور یہ تمام امتیازات اور حد بندیاں ایک دم ٹوٹ جاتی ہیں۔ ''ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔ تمہارے نوکر، جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ، جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ!''۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کے اندر یہ عام مرض ہے کہ وہ ایک دوسرے کو بھائی تو تصور کرتے ہیں، لیکن یہ برادرانہ سلوک صرف مساجد اور عبادات تک محصور ہوتا ہے، جب باہر نکلتے ہیں تو وہی غلام اور آقا والا معاملہ ہوتا ہے۔ سرمایہ دار غریب اور مزدور اور کسان کو اپنا بھائی نہیں سمجھتا اور ان پر اقتصادی مظالم کرتا ہے۔ خود تو عیاشی میں لاکھوں روپے خرچ کرتا ہے، لیکن غریب مزدور کسان اور بھوکے کو نظر انداز کرتا ہے۔ اس مہذب دنیا میں آج بھی کئی مسلمان قبائل ایسے ہیں جو قبائلی قانون کے پابند ہوتے ہیں۔ انتقام میں ناجائز کشت وخون ان کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ کسی معمولی شبہ پر بھی عورتوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''جاہلیت کے تمام خون یعنی انتقام خون باطل کر دیئے گئے، سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون ربیعہ بن الحارث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں''۔ عصر حاضر میں سرمایہ داری کی ایک لعنت جو سود تھا آج بھی اس کا کاروبار زوروں پر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اس کو ختم فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کر دیئے گئے، اور سب سے پہلے اپنے خاندان کا سود عباس بن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا ہوں''۔

عورتیں شروع سے مظلوم رہی ہیں۔ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو اس طرح قدردانی کا تاج پہنایا اور فرمایا: ''فاتقوا اللہ فی النساء، عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو''۔ اسی طرح حضورؐ کے اس سارے خطبہ میں عصر حاضر کے جملہ مسائل کا حل موجود ہے۔

بقیہ دورہ حضرت اقدس

جب کہ مدرسے کا تعارف اور اس نشست کی غرض وغایت جناب مولانا ناصر عبدالعزیز صاحب نے بیان کی، اور خانقاہ رائے پور کی اہمیت، عظمت اور برعظیم پاک وہند پر اس کے اثرات کا مختصر تذکرہ کیا۔ جھنگ میں قیام کے دوران روزانہ نماز مغرب کے بعد مجلس ذکر منعقد ہوتی رہی، جس میں کثیر تعداد میں متعلقین ومتوسلین خانقاہ رائے پور شریک ہوتے رہے۔ مؤرخہ 15 جنوری بروز جمعۃ المبارک کو جامع مسجد عثمانیہ، ریل بازار، جھنگ میں حضرت مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے جمعہ کا خطبہ دیا اور اس سے پہلے خطاب فرمایا، اور اہالیانِ جھنگ نے حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی کی معیت میں نماز جمعہ ادا کی۔

مؤرخہ 16 جنوری کو حضرت اقدس مدظلہ العالی جھنگ سے فیصل آباد تشریف لائے، صبح کا ناشتہ جھنگ میں جناب شیخ محمد عقیل کے مکان پر کیا، اور پھر شیخ محمد عرفان اپنی گاڑی میں حضرت اقدس کو فیصل آباد لائے، اور یہاں 19 جنوری تک اُن ہی کے مکان پر قیام رہا، اس دوران روزانہ نماز مغرب کے بعد مجلس ذکر میں سینکڑوں احباب کی شرکت رہی، مجلس ذکر کے بعد ذکر اللہ کی اہمیت پر حضرت مفتی عبدالخالق آزاد صاحب کی گفتگو ہوتی رہی، اس کے علاوہ مختلف کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبا سے دینی موضوعات پر بات چیت، گفتگو اور سوال وجواب کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ فیصل آباد میں خانقاہ کے قدیم متوسلین میں سے جناب رانا نصر اللہ صاحب مرحوم کے صاحبزادگان رانا سیف الرحمٰن صاحب اور ان کے برادران کے مکان پر بھی حضرت اقدس تشریف لے گئے اور دعا فرمائی، اسی طرح مولانا مجاہد الحسینی مدیر ''صوت الاسلام'' سے بھی ملاقات رہی۔ فیصل آباد میں قیام کے دوران مولانا عبدالرشید انصاری بھی ملاقات کے لیے تشریف لائے، اسی طرح صوفی بشیر احمد وغیرہ پُرانے احباب بھی ملاقات کے لیے تشریف لاتے رہے، اس طرح فیصل آباد کے قیام کے دوران خانقاہ رائے پور کے متعلقین ومتوسلین نے حضرت اقدس مدظلہ العالی کی معیت سے بھرپور مستفید ہوئے۔ مؤرخہ 19 جنوری کو جناب محمد یوسف ولی اللہی کے مکان پر ناشتے کے بعد لاہور کے لیے روانگی ہوئی اور 3 بجے لاہور واپس تشریف لے آئے۔

www.rahimia.org

رفتارِ کار

حضرت اقدس رائے پوری

کا دورۂ عارف والا، جھنگ اور فیصل آباد

رپورٹ: سعد احمد خان

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ اور ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب ماہِ جنوری 2010ء میں عارف والا، جھنگ اور فیصل آباد کے 10 روزہ دورے پر تشریف لے گئے۔ چناں چہ حضرت اقدس مدظلہ العالی حاجی محمود الحسن خان صاحب آف نورارتھ کی دعوت پر مؤرخہ 10 جنوری 2010ء کو لاہور سے عارف والا کے لیے روانہ ہوئے ان کے بھتیجے محمد طارق رتھ حضرت اقدس کو لینے کے لیے لاہور تشریف لائے، ان کے ہمراہ دن کے 1 بجے لاہور سے روانگی ہوئی، اور 4 بجے عارف والا میں جناب خالد حمید کے مکان پر تشریف آوری ہوئی، یہاں پر عارف والا شہر کے کافی احباب جمع تھے، انھوں سے حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کی زیارت کی اور آپ سے ملاقات کی، اور پھر انہیں کے مکان پر نمازِ عصر ادا کی گئی، اور پھر چائے سے فراغت کے بعد حضرت اقدس ماسٹر محمد یوسف صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے، تھوڑی دیر قیام کے بعد نمازِ مغرب تک ''نورارتھ'' پہنچنا ہوا۔

مؤرخہ 11 جنوری کو نورارتھ میں حاجی محمود صاحب کی صاحبزادی کا نکاح تھا، اس سلسلے میں کافی احباب نورارتھ پہنچے ہوئے تھے، جن میں بہاولنگر سے صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری، چشتیاں سے جناب مفتی عبدالقدیر صاحب اور مولانا رانا ارشاد احمد خان صاحب، ہارون آباد سے مولانا عبدالرحیم صاحب اور راؤ محمد عبداللہ صاحب وغیرہ آئے ہوئے تھے۔ نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر میں گرد و نواح کے کافی احباب نے شرکت کی، اگلے روز دوپہر کو حضرت اقدس مدظلہ العالی نے حاجی محمود الحسن کی صاحبزادی کا نکاح پڑھایا اور خصوصی دعا فرمائی، کھانے کے بعد بورے والا کے لیے روانگی ہوئی، راستے میں عارف والا میں راؤ منظور احمد کے مکان پر کچھ دیر قیام فرمایا، نمازِ مغرب کے بعد حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی کے مکان پر بورے والا میں تشریف آوری ہوئی، جہاں وہاڑی، چیچہ وطنی اور گرد و نواح کے قصبات سے آئے ہوئے کافی احباب جمع تھے، جنھوں نے حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ سے ملاقات کی، اس موقع پر مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے نوجوانوں کی دینی ذمہ داریوں کے حوالے سے مفصل خطاب کیا، رات گئے تک سوال و جواب کی نشست رہی، اور پھر حضرت سے مصافحے کے بعد تمام احباب نے رُخصت لی۔

مؤرخہ 12 جنوری کو صبح کا ناشتہ چک نمبر 100 میں جناب محمد الماس کے مکان پر کیا۔ اور پھر براستہ چیچہ وطنی جھنگ کے لیے روانگی ہوئی۔ دوپہر کا کھانا چیچہ وطنی میں راؤ حفیظ الرحمٰن کے مکان پر تناول فرمایا۔ اس سے قبل ڈاکٹر عتیق الرحمٰن کے مکان پر دعا فرمائی، اور پھر عصر کی نماز تک جھنگ شہر تشریف آوری ہوئی۔ جہاں بہت بڑی تعداد میں احباب تشریف فرما تھے۔ نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر میں سینکڑوں احباب نے شرکت کی، اور عشا کی نماز کے بعد دینی حوالے سے نظم و ضبط کی اہمیت پر مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے تفصیلی خطاب فرمایا، اور پھر رات گئے تک سوال و جواب کی نشست رہی۔

پھر مؤرخہ 16 جنوری تک حضرت اقدس کا قیام جھنگ شہر میں رہا، اس دوران سیٹلائٹ ٹاؤن میں ایک اہم پروگرام ہوا، جس میں پاکستان میں عدم استحکام کے اسباب کے حوالے سے مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے نوجوانوں سے خطاب کیا، اور سوالات کے جوابات دیے، اسی طرح 13 جنوری کو عشا کی نماز کے بعد جامع مسجد عثمانیہ، صدر جھنگ میں تقسیم اسناد کا ایک اہم پروگرام منعقد ہوا، جس میں جامعہ خدیجۃ الکبریٰ کی طالبات اور مدرسہ کے طلبا میں حضرت اقدس کے دستِ مبارک سے اسناد تقسیم کی گئیں۔ اور اس سے قبل عظمت قرآن کی اہمیت پر حضرت مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے خطاب کیا۔ (بقیہ صفحہ نمبر 7)

دینی مسائل

اس صفحہ پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی   شعبہ دارالافتاء ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال (1): ایک مسافر کسی شہر میں کسی کام کے سلسلے میں چند دن ٹھہرتا ہے۔ وقت ملنے کی وجہ سے وہ ان نمازوں کی قضا کرنا چاہتا ہے، جو ماضی میں کسی وجہ سے ادا نہیں کر سکا تھا۔ کیا وہ ان نمازوں کی قضا میں بھی قصر کرے گا یا بغیر قصر پوری رکعتیں پڑھنا ضروری ہیں؟   ساجد چوہدری EME، لاہور

جواب: جو نمازیں حالت اقامت (گھر) میں نہیں پڑھ سکا، اگر سفر میں ان کی قضا کرنا چاہتا ہے تو وہ نمازیں مکمل بغیر قصر کے پڑھنی ہوں گی۔ اور پوری رکعتیں پڑھنا ضروری ہیں۔

سوال (2): سفر کی حالت میں کچھ فرض نمازیں چھوٹ گئیں، اپنے شہر میں آکر ان کی قضا پڑھنا چاہتا ہے، تو ایسی حالت میں سفر کی نماز کی قضا میں پوری رکعتیں پڑھے گا یا قضاء میں بھی قصر کرے گا؟

ساجد چوہدری EME، لاہور

جواب: سفر میں رہ جانے والی نمازوں کی قضا کرتے ہوئے بھی قصر ہی کرے گا، ان نمازوں کی قضا سفر میں کرے یا گھر میں کرے، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

سوال (3): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک خاتون غیر شادی شدہ فوت ہوئی، جب کہ ان کے والدین کا انتقال ان کی وفات سے کافی عرصہ پہلے ہو گیا تھا۔ خاتون کے ورثا میں ایک حقیقی بہن، ایک علاتی بہن اور چار علاتی بھائی ہیں۔ جب کہ خاتون کے حقیقی بھائیوں کی اولاد میں چار حقیقی بھتیجے اور تین حقیقی بھتیجیاں ہیں۔ متوفیہ کی وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟   راؤ فضل الرحمٰن، سرگودھا

جواب: متوفیہ خاتون کی کل جائیداد تمام حقوق کی ادائیگی کے بعد کل اٹھارہ حصوں میں تقسیم ہوگی۔ جن میں نو حصے حقیقی بہن کو دیے جائیں گے، اور دو دو حصے ہر ایک علاتی بھائی کو دیے جائیں گے اور ایک حصہ علاتی بہن کو ملے گا۔ موجودہ شکل میں حقیقی بھتیجے اور بھتیجیاں، علاتی بھائیوں کی موجودگی کی وجہ سے متوفیہ کی وراثت سے محروم رہیں گے، چناں چہ حضرت مولانا سید اصغر حسین محدث اپنی معروف کتاب ''مفید الوارثین'' میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''جب علاتی بھائی موجود ہوں تو حقیقی بھتیجا محروم رہتا ہے، کیوں کہ بھائی قریب ہے، اگرچہ علاتی ہے اور بھتیجے کا درجہ بعید ہے۔''

ایک مسئلے کی تصحیح اور اہل علم کا شکریہ!

ماہنامہ رحیمیہ کے دسمبر 2009ء کے (جلد نمبر 1، شمارہ نمبر 12,11) میں دینی مسائل کے ذیل میں کمپوزنگ کی غلطی سے لفظ ''نہیں'' چھوٹ جانے کی وجہ سے مسئلہ نمبر 5 کا مفہوم بدل گیا تھا۔ بعض اہل علم نے اس غلطی کی طرف ہماری توجہ دلائی ہے، اس پر ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ سوال اور اس کا صحیح جواب درج ذیل ہے:

سوال: ایک شخص مقروض ہے اور زکوٰۃ کا مستحق ہے، جب کہ اس کی اہلیہ طلائی زیورات کی مالک ہونے کی وجہ سے صاحب نصاب ہے اور زکوٰۃ اس پر واجب ہے۔ کیا اس کی اہلیہ شوہر کو اپنی زکوٰۃ دے سکتی ہے؟ عبداللہ، لاہور

جواب: اگر شوہر زکوٰۃ کا مستحق ہو اور اس کی اہلیہ صاحبِ نصاب مالدار ہے تو وہ اپنی زکوٰۃ شوہر کو نہیں دے سکتی ہے۔

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز A/28 نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس A/33 کوئینز روڈ، لاہور سے شائع کیا۔

www.rahimia.org